طلبائے شعبہ اسلامیات، مانو کی سرگرمیوں کا آئینہ دار

اسلامی مطالعات

ISLAMI MUTALA'AT

شمارہ: 9 | صفحات: 4 | شعبہ اسلامک اسٹڈیز، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد | جمادی الاول-شوال المکرم 1440 | جنوری-جون 2019

☆ہدایت ونگرانی: پروفیسر محمد فہیم اختر ☆مشاورت: ڈاکٹر محمد عرفان احمد، ڈاکٹر شکیل احمد، محترمہ ذیشان سارہ، جناب عاطف عمران ☆مدیر: صالح امین ☆معاونین: محمد عامر، عبدالرقیب ☆منتظمین: محمد صلاح الدین، نوید السحر

اداریہ

احکام شریعت کی عصری معنویت

آج سائنس وٹکنالوجی کی تیز رفتار ترقی اور انٹرنیٹ کی ایجاد نے پوری دنیا کو ایک عالمی گاؤں میں تبدیل کر دیا ہے، اور وسائل آرام وآسائش کی بھرمار کردی ہے لیکن اس کے باوجود لوگوں کو ذہنی اور قلبی سکون حاصل نہیں ہے، اور نہ ہی روزمرہ کے حالات اور حادثات وخطرات کی جانب سے ان کو اطمینان حاصل ہے۔ اسلام کی تعلیمات اور ہدایات جو نہ صرف عقائد وعبادات سے متعلق احکامات پر مشتمل ہیں بلکہ معیشت وتجارت، سیاست وحکومت اور ماحولیات وغیرہ تمام امور پر محیط ہیں۔ اس مضمون میں اسلام کی ان تعلیمات اور احکام کا معاصر حالات کے پس منظر میں مطالعہ اور ان کی معاصر اہمیت ومعنویت کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اسلام نے اپنے متبعین کو جو بنیادی تعلیمات دی ہیں ان میں اہم ترین عقائد ہیں، جو نہ صرف بندہ کو اپنے معبود سے جوڑتے اور مخصوص نظریات کا حامل بناتے ہیں بلکہ اس کے ذریعہ بندہ اپنے خالق اور معبود کے جملہ احکام پر عمل کرنے کا پابند ہوتا ہے۔ اس عقیدہ کے ساتھ جب کوئی شخص ایمان لاتا ہے تو وہ اپنی زندگی کے ہر معاملہ میں اپنے رب کی خوشی وناراضگی اور اوامر ونواہی کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کرتا ہے تا کہ وہ اسے خوش کر کے جنت حاصل کرلے اور جہنم سے بچ جائے۔ ان عقائد ونظریات کے حامل شخص کے معبود اور اس کے پیغمبر نے انسانی زندگی کے مختلف مراحل میں جو رہنما اصول بتائے ہیں اس کی ایک جھلک درج ذیل ہے:

انسان کی اجتماعی زندگی میں رشتہ داروں، احباب ومتعلقین اور دیگر لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور ان کے حقوق وفرائض کی ادائیگی سے متعلق شریعت اسلامی نے متعدد احکام دیئے ہیں اور ساتھ ہی ان کو مختلف قسم کی جزا وسزا سے متعلق کردیا ہے۔ چنانچہ ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کے باب میں فرمایا گیا: ہم نے انسان کو وصیت کی ہے کہ اپنے والدین سے ساتھ نیک سلوک کرے، (عنکبوت: 8) بیویوں سے کہا گیا کہ جس عورت کی وفات اس حال میں ہوئی کہ اس سے اس کا شوہر راضی تھا تو وہ جنت میں داخل ہوگی، (ترمذی: 1161) شوہروں سے کہا گیا کہ تم میں سب سے اچھا وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لئے اچھا ہو، (ترمذی: 3895) رشتہ داروں سے متعلق فرمایا گیا: اللہ عدل کا، احسان کا اور رشتہ داروں کو دینے کا حکم دیتے ہیں، (نحل: 90) اور ساتھ ہی یہ وعید بھی سنادی گئی کہ رشتوں کو توڑنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا، (بخاری: 5984)

اجتماعی زندگی سے متعلق ان احکام کے علاوہ بھی متعدد ہدایتیں وارد ہوئی ہیں، جس کے نتیجہ میں انسانی ذہن ایسا تیار ہوتا ہے کہ والدین کے جو حقوق اسلام نے اولاد پر متعین کئے ہیں ان کے پیش نظر کوئی بھی اولاد اپنے والدین کو نہ تو Old Age Home میں داخل کرنے کا روادار ہوتی ہے اور نہ ہی انھیں بے سہارا چھوڑ دینے کا خیال دل میں آنے دیتی ہے، بلکہ ہمیشہ اس کے لئے کوشاں رہتی ہے کہ والدین کی خدمت کر کے جنت حاصل کرلی جائے، جبکہ والدین اولاد کی تئیں اپنی ذمہ داریاں پہلے ادا کردینے کی کوشش کرتے ہیں، اسی طرح شوہر وبیوی ہمیشہ ایک دوسرے کی خوشی اور ضرورتوں کا خیال رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ دوسرے رشتہ داروں کے ساتھ بہتر سلوک کرنے، ان کی ضرورتوں کا خیال رکھنے اور ان کی خوشی وغم میں شریک ہونے کا بھی اہتمام ہوتا ہے۔

تجارت ومعیشت کے ضمن میں ایک ایماندار تاجر سے متعلق آپ ﷺ نے فرمایا: ایماندار تاجر (قیامت کے دن) انبیاء، صدیقین اور شہیدوں کے ساتھ ہوگا، (ترمذی: 1209) مزدوروں کو اجرت دینے کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا: مزدوروں کو مزدوری پسینہ خشک ہونے سے پہلے دے دو، (ابن ماجہ: 2443) سورہ مطففین میں فرمایا گیا: ناپ اور تول میں کمی کرنے والوں کے لیے خرابی ہے، ...... کیا ان لوگوں نے یہ گمان کرلیا ہے کہ قیامت کے دن اٹھائے نہیں جائیں گے۔ (آیت: 5،1)

اسلام میں معاملات سے متعلق تعلیمات کا ایک بڑا حصہ ہے، جن میں تجارت ومعیشت کے اصول وفروع کے ساتھ ساتھ اس کی باریکیوں پر بھی تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے، اس کے علاوہ ان میں جزا وسزا اور حلال وحرام کے دائرہ بھی متعین کر دیئے گئے۔ مثلاً سود پر مبنی آج کے بینک کا نظام جس کی وجہ سے بعض ممالک کا دیوالیہ ہوگیا اسے اسلام نے سختی سے حرام قرار دیا ہے، چنانچہ اس کی شناعت وقباحت کے متعلق فرمایا گیا کہ سود کے 70 درجات ہیں جن میں ادنی درجہ ایسا ہے جیسے اپنی ماں کے ساتھ زنا کرنا۔ (ابن ماجہ: 2274)

سیاست وحکومت سے متعلق اسلام کی بنیادی تعلیم یہ ہے کہ حاکمیت اللہ کی ہوگی اور انسانوں میں سے جو شخص ان کا نمائندہ ہوگا وہ زمین پر اللہ کے احکام اور اوامر ونواہی کو نافذ کرنے والا خدا کا خلیفہ ہوگا۔ چنانچہ خلیفہ کی پہلی ذمہ داری یہ ہوگی کہ خدائی احکام کے نفاذ، لوگوں میں عدل وانصاف اور امن وامان کے قیام کی کوششیں کرے۔ رعایا کے درمیان ذات، برادری اور رنگ ونسل یا کسی بھی وجہ سے امتیازی سلوک نہیں کیا جائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو، جس نے تم کو ایک ہی جان سے پیدا کیا، اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورت پھیلا دیئے، (نساء: 1)۔ اس کے ساتھ عوام کو یہ تاکید کی گئی کہ وہ ہر حال میں اپنے امیر کی اطاعت کرے، الا یہ کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کا حکم دے، (ترمذی: 1706)

ان احکام کی روشنی میں آج کی حکومتوں کا جائزہ لیا جاسکتا ہے۔ حکومتوں کے قیام وبقاء کے لئے انسانی جانوں کا ناحق خون بہانا، عوام میں آپسی نااتفاقی اور لڑائی جھگڑوں بلکہ ظلم وفساد کو فروغ دینا، لوگوں کے اموال ناجائز طریقوں سے دبالینا، یہ ساری باتیں آج بالکل عام ہیں۔

اسلام نے ماحولیات سے متعلق بھی بکثرت ہدایتیں دی ہیں، چنانچہ پانی کی حفاظت کی تعلیم دیتے ہوئے اللہ کے رسول ﷺ نے پانی میں پیشاب کرنے کی ممانعت فرمائی (ترمذی: 68)، جو چیزیں ماحول کو پراگندہ اور ہواؤں کو متعفن کرتی ہیں ان کو زمین میں دفن کردینے حکم دیا گیا، خاص طور پر مردہ نعشوں کے سلسلہ میں یہ حکم دیا گیا (مائدہ: 31)، زیادہ چیخنے چلانے اور آوازیں نکالنے کو بھی ناپسند کیا گیا (لقمان: 19)، اس کے علاوہ بہتر ماحول کے قیام کے اہم اسباب ومحرکات میں سے درخت اور کھیتیاں لگانے کی ترغیب دلاتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر مسلمان کوئی درخت یا کھیتی لگائے اور اس میں سے کوئی انسان، درندہ، پرندہ یا چوپایہ کھالے تو وہ اس کی جانب سے صدقہ ہوگا (مسلم: 1552)، مزید یہ کہ درختوں اور کھیتیوں کو برباد کرنا ناپسند کیا گیا (بقرہ: 205)۔ ساتھ ہی اس بات کی بھی تعلیم دی گئی کہ جو چیز کسی انسان کے پاس وافر مقدار میں موجود ہو، اسے بھی غیر محل اور ضرورت سے زیادہ خرچ کرنے میں احتیاط برتی جائے (نساء: 6، اسراء: 27-26)، مزید یہ کہ اعتدال کے ساتھ خرچ کرنے کو مسلمانوں کا شعار بتایا گیا، (فرقان: 67)۔

اسلام کی ان بنیادی تعلیمات کی روشنی میں اگر آج کے ماحولیات پر ایک اچٹتی نظر ڈالی جائے تو صورت حال یہ ہے کہ جو اسباب ووسائل بہتر ماحول کے قیام وبقاء کے ضامن ہیں ان کو ختم کرنے کے ساتھ ساتھ جن محرکات کا ماحولیات کی تخریب کاری میں بڑا حصہ ہے مثلاً صنعتی اور مشینی کمپنیاں ان کی روز بروز تعداد بڑھتی جارہی ہے۔ لہٰذا آج کے حالات کے پس منظر میں احکام شریعت کا مطالعہ کرنا چاہئے اور انھیں روبعمل لانے کی کوشش کی جانی چاہئے تا کہ صورت حال میں بہتری کے مواقع پیدا ہوں اور انسانی زندگی کو اطمینان وسکون حاصل ہوسکے۔

☆☆☆

صالح امین

مستشرقین کی خدمات حدیث: ایک جائزہ

(حنیفہ بتول، ایم اے، سال دوم)

مستشرقین نے اسلامی علوم کے مطالعہ میں اپنی زندگیاں صرف کردیں۔ ان کے اس مطالعہ کے مقاصد جو بھی رہے ہوں قطع نظر اس سے انہوں نے اس باب میں بیش بہا خدمات انجام دیں۔ انہوں نے دیگر موضوعات کی طرح علم حدیث کو بھی اپنی بحث وتحقیق کا موضوع بنایا، چنانچہ بہت سے نادر مخطوطات نشر واشاعت کے مرحلہ سے گذر کر منظر عام پر آئے۔ ذیل میں علم حدیث کے موضوع پر ان کی خدمات کا اختصار سے جائزہ لینے کی کوشش کی گئی ہے۔

مستشرقین نے اپنے ابتدائی عہد میں حدیث شریف اور اس کے علوم کی طرف توجہ نہیں کی تھی اور کئی صدیوں تک زبان وادب، علوم قرآن اور عقائد وغیرہ ہی ان کی تحقیقات اور مطالعات کے محور تھے۔ سترہویں صدی کے آخر میں حدیث نبوی ﷺ اشراقی مطالعات کا حصہ بنی، اور ڈاکٹر اکرم ضیاء عمری کے مطابق فرانسیسی مستشرق ہربلوٹ (Herbelot - 1695) نے سب سے پہلے حدیث کو اپنا موضوع بنایا۔

19ویں صدی کے نصف آخر میں مشہور مستشرق اگناس گولڈ زیہر (م: 1921) کا اس سلسلہ میں اہم کام 1890ء میں "اسلامی مطالعات" منظر عام پر آیا، جس کا جرمن میں عنوان (Muhammedanische Studien) ہے۔ یہ کتاب اگرچہ اشراقی حلقہ کے لئے اہم ہے، کہ اسی کو بنیاد بنا کر بہت سے مستشرقین نے حدیث کے موضوع پر تحقیق کی، لیکن اس میں گولڈ زیہر نے بہت سے صحابہ اور روات حدیث کو نشانہ بنایا اور ان پر بے بنیاد الزامات لگائے جن کا حقیقت واقعہ سے کوئی تعلق نہیں، جیسا کہ بعد کی تحقیقات سے ثابت ہوا۔

حدیث نبوی سے متعلق مستشرقین کی خدمات کو ہم درج ذیل چار عنوانات کے تحت تقسیم کرسکتے ہیں:

1-تحقیق: جرمن مستشرق کرمل (Krehl L - 1901) نے صحیح بخاری کے پہلے 3/حصوں کی تحقیق کا کام کیا۔ چوتھا حصہ جونبول (Junyball - 1948) نے 1908ء میں لیڈن سے اپنی تحقیق کے ساتھ شائع کرایا۔ ولیم مارسے کی تحقیق کے ساتھ حافظ ابن حجر عسقلانی کی کتاب "نخبة الفکر" 1854ء میں کولکاتہ سے شائع ہوئی۔ وسٹن فیلڈ نے امام ذہبی اور امام سیوطی کی "طبقات الحفاظ" کو جرمنی کے شہر گوٹنگن سے 1924ء سے 1934ء کے دوران شائع کرایا۔ Krenkow Fr. نے ابن ابی حاتم کی کتاب "جرح وتعدیل" کی تحقیق کی، جو دائرہ معارف عثمانیہ سے 1952ء میں طبع ہوئی۔ اسپرنگر نے حافظ ابن حجر عسقلانی کی کتاب "الاصابه فی تمییز الصحابه" کی تحقیق کر کے اس پر انگریزی میں ایک مقدمہ لکھا۔

2-ترجمہ: مستشرقین نے حدیث کی بعض کتابوں کا ترجمہ بھی کیا ہے۔ ولیم مارسے نے امام نووی کی دو کتابوں "التقریب" اور "السیر" کا ترجمہ کیا ہے۔ علاوہ ازیں بخاری شریف کا بھی فرانسیسی میں ترجمہ کیا ہے۔ پروفیسر رابنسن نے "مشکاة المصابیح" کا ترجمہ اور امام حاکم کی کتاب "مدخل" کا ترجمہ انگریزی زبان میں کیا۔

3-معاجم: مستشرقین کی خدمات میں سے احادیث نبویہ کے معاجم کی تیاری بھی ناقابل فراموش ہے، اس سلسلہ میں ونسنگ کا نام سرفہرست ہے اس کی دو کتابوں کو لازوال شہرت حاصل ہوئی: (1). مفتاح کنوز السنه: یہ حدیث کی 14/اہم کتابوں کا معجم ہے۔ (2). المعجم المفهرس لالفاظ الحدیث النبوی: یہ 9/کتابوں پر مشتمل ہے۔

4-تصنیفات: تصنیف وتالیف کے میدان میں بہت سے مستشرقین نے خامہ فرسائی کی، البتہ اس میں سب سے اہم نام کایتانی، ولیم میور اور اسپرنگر کے ہیں۔

علم حدیث کے میدان میں جن مستشرقین نے نمایاں خدمات انجام دیں ان میں نولڈکے، جوزف، ہاروچ، جوہان فوک، الورڈ ولیھم، ونسنک، ڈرمنگھم وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

اخیر میں صرف یہ بات عرض کرنی ہے کہ اس وقت مسلمانوں کی تعلیمی پس ماندگی کی جو صورت حال ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ حالات کی نزاکت کا تقاضہ ہے کہ وہ علم وفن میں قرن اول اور قرون وسطیٰ کے مسلمانوں کی خدمات سے سبق حاصل کریں، جن کی تحقیقات اور علم وفن پر مستشرقین اور اہل مغرب کی تحقیقات کی بنیاد ہے، اور اپنے اندر تحقیق کا وہ جذبہ اور صلاحیت پیدا کریں جو نہ صرف اسلامی تعلیمات کے مخالفین اور معترضین کے لئے مسکت جواب کا سامان ہو، بلکہ اسلام کی صحیح تصویر اور صحیح پیغام لوگوں کے سامنے لانے میں نمایاں رول ادا کرے اور مسلمان ان صلاحیتوں کی بناء پر پوری دنیا کی قیادت وسیادت اور امامت کے قابل بن جائیں۔

☆☆☆

صلح حدیبیہ اور اس کے اثرات ونتائج

(گڑیا رانی، ایم اے، سال اول)

مسلمانوں کی بڑی خواہش تھی کہ وہ مکہ جا کر خانہ کعبہ کے طواف اور زیارت سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کریں، جس کے دیدار سے وہ سالہا سال سے محروم کردیئے گئے تھے۔ اسی ارادے سے آپ ﷺ چودہ سو (1400) مسلمانوں کو ساتھ لے کر مکہ روانہ ہوئے۔ لڑائی کی نیت بالکل نہ تھی، ممانعت تھی کہ تلواروں کے سوا کوئی ہتھیار ساتھ نہ لیا جائے اور تلواریں بھی نیام میں ہوں۔ پھر جب مکہ کے قریب حدیبیہ کے مقام پر پہنچے تو صورت حال دریافت کرنے کے لئے آپ ﷺ نے ایک شخص کو بھیجا، جس نے مکہ والوں کی جنگ کی تیاریوں کی خبر دی، اس پر آپ ﷺ نے اپنی مکہ آمد کی وضاحت کے لئے پھر ایک صحابی کو مکہ والوں کے پاس بھیجا لیکن مکہ والے بضد رہے کہ وہ مسلمانوں کو مکہ نہیں آنے دیں گے۔ پھر پیغامبروں کے آمد ورفت اور گفت وشنید کا سلسلہ چلتا رہا، بالآخر جانبین میں اس بات پر صلح ہوگئی کہ مسلمان اس سال چلے جائیں، اور آئندہ سال آئیں اور صرف تین دن قیام کر کے واپس چلے جائیں، سوائے تلوار کے کوئی بھی ہتھیار ساتھ نہ ہو، اور تلوار بھی نیام کے اندر ہو، اور اگر کافروں یا مسلمانوں میں سے اگر کوئی شخص مدینہ چلا جائے تو اسے واپس کردیا جائے لیکن اگر کوئی مسلمان مدینہ سے مکہ آجائے تو وہ واپس نہیں کیا جائے گا۔ صلح کا یہ معاہدہ دس سالوں کے لئے ہوگا۔

صلح حدیبیہ کے اثرات ونتائج

حدیبیہ کی یہ صلح جن شرائط پر طے پائی تھی، ان سے بظاہر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے کافی دب کر صلح کی تھی، جس کی وجہ سے بعض صحابہ کرام کو اختلاف بھی ہوا تھا لیکن بعد میں اس کے جو اثرات مرتب ہوئے انہوں نے یہ ثابت کردیا کہ یہ صلح مسلمانوں کے حق میں سراپا خیر ہی تھی، چنانچہ اللہ عزوجل نے خود اسے فتح مبین قرار دیا۔

اس صلح کے نتیجہ میں مسلمانوں اور کفار کو یہ موقع ملا کہ وہ آپس میں ملے جلے، ساتھ ہی ان کو اپنے خاندانی اور تجارتی تعلقات دونوں کی جانب توجہ کا موقع ملا، کبھی مکہ والے تجارتی مقاصد کے تحت مدینہ آتے، اسی طرح کبھی مسلمان مکہ جاتے اور مہینوں وہاں قیام ہوتا، جس کے نتیجہ میں ان کا آپسی اختلاط ہوتا اور پھر اہل مکہ کو مسلمانوں کے حسن کردار، اخلاص، دیانتداری اور پاکیزہ خیالی کا انھیں مشاہدہ کرنے اور برتنے کا موقع ملا جس کے نتیجہ میں وہ مسلمانوں سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہے۔ اس کے علاوہ اس صلح کے بعد ہی آنحضور ﷺ نے مختلف سلاطین کو دعوتی خطوط لکھے، اور ان کو اسلام کا پیغام پہنچایا۔ چنانچہ بعض سلاطین نے اس پیغام پر لبیک بھی کہا۔ مکہ والے چونکہ پورے عرب کے سرداری حیثیت کے حامل تھے، لہٰذا عرب کے قبائل اپنی سیاسی، سماجی، اخلاقی اور دیگر معاملات میں اہل مکہ کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کیا کرتے تھے لیکن جب یہ صلح ہوئی تو اس سے یہ ثابت ہوگیا کہ اہل مکہ کے ہم پلہ اور ہم سر کوئی دوسرا بھی ہے اور وہ مسلمان ہیں، لہٰذا اس صلح کے بعد جزیرة العرب کے مختلف قبائل جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے لگے، قبائل وفود کی شکلوں میں رسول اللہ سے مصالحت کے لئے آنے لگے، اس طرح قبائل عرب کو اسلام اور مسلمانوں کو قریب سے دیکھنے اور سمجھنے کا موقع ملا، اسلام اور پیغمبر اسلام کے حوالے سے قریش کی طرف سے پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کا بھی ازالہ ہوا۔ واقعی حدیبیہ کی صلح اسلامی تحریک کی تاریخ میں ایک بڑی فتح کا پیش خیمہ تھی۔

☆☆☆

ہندوستانی جمہوریت اور مذہبی رواداری

(قیصر فاطمہ، ایم اے، سال دوم)

ہندوستانی جمہوریت میں مذہبی رواداری کو جاننے سے قبل ہم جمہوریت کا تعارف حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ جمہوریت کیا ہے؟ ہم سب کو تو یہ علم ہے کہ ہمارا ملک ہندوستان ایک سیکولر اور جمہوری ملک ہے۔ جمہوریت کا نظریہ اٹھارہویں صدی کے اواخر میں فرانس کی مطلق العنان حکومت کے ظلم وستم سے آزادی کے نتیجے میں وجود میں آیا۔ 1789 میں انقلاب فرانس کے نتیجے میں جو حکومت وجود میں آئی اس کے بنیادی عناصر میں آزادی، برابری اور عوام کے حقوق شامل ہیں۔

جمہوریت اس طرز حکومت کو کہتے ہیں جو عوام کے لئے، عوام کی طرف سے عوام کی حکومت ہو۔ جمہوریت میں کوئی چھوٹا بڑا، امیر غریب کا امتیاز نہیں ہوتا۔ جمہوریت میں بالغ شہری چاہے وہ امیر ہو یا غریب، مرد ہو یا عورت، اپنی مرضی سے اپنی پسند کے نمائندہ کا انتخاب کرسکتا ہے۔ جمہوریت میں ہر ایک کو یکساں حقوق حاصل ہوتے ہیں۔ جمہوریت میں حکومت کا کوئی مذہب نہیں ہوتا اور عوام کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ جس مذہب پر چاہے عمل کرے، ہمارے ملک ہندوستان میں جہاں بہت سے مذاہب کے ماننے والے لوگ آباد ہیں اس کے دستور میں مذہبی آزادی کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ ہمارے ملک کے آئین میں تمام مذاہب کے ساتھ رواداری کا خیال رکھا گیا ہے، ہر شہری کو اپنے مذہب پر آزادی کے ساتھ عمل کرنے، اس کو پھیلانے اور قبول کرنے کی مکمل آزادی دی گئی ہے، کیونکہ ہندوستان میں صدیوں سے تمام مذاہب کے لوگ مل کر رہتے ہیں، لہٰذا ہمارے ملک کے دستور میں وہ تمام باتیں شامل ہیں جو ایک اچھی اور مثالی حکومت میں ہوتی ہے۔ ہمارے ملک کے عوام میں ہر چیز بانٹنے اور دکھ، سکھ، عید، تہوار کو ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر منانے کی روایت پائی جاتی ہے۔ اس لئے بھی دین ومذہب کے معاملہ میں اس قدر خیال کیا گیا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک کی آزادی کے بعد جب دستور بنا تو اس میں خصوصی طور پر مذہبی حقوق پر توجہ دی گئی اور مذہبی آزادی کو بنیادی اصولوں میں شامل کیا گیا۔ اور اس کے لئے کئی دفعات مرتب کئے گئے، مثلاً دستور کی دفعہ 25 میں یہ صاف ہے کہ ہر شہری کو اپنے مذہب کے مطابق اپنی زندگی گذارنے کا پورا حق ہے، نیز اس کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کوئی دوسرا مذہب قبول کرے، اس کی پیروی کرنے، اور ساتھ ہی اس کی تبلیغ کرنے کا بھی حق اسے حاصل ہے، بشرطیکہ عام عوام متاثر نہ ہو۔

زمانہ قدیم سے لوگ ہندوستان میں اپنے مذہب کی تبلیغ واشاعت کرتے چلے آرہے ہیں، مگر آج کی ہماری سیاست خود ہی جمہوریت کے اس خوبصورت پہلو کو بدل دینا چاہتی ہے۔ اپنے مفادات کی خاطر جس کی وجہ سے آج ہمارے ملک میں ہندو مسلم کے نام پر پورے ملک میں فسادات ہورہے ہیں، اور ایک مذہب کے ماننے والوں کے دوسرے مذہب والوں کے لئے نفرت اور دشمنی پیدا کررہے ہیں۔

اس طرح کے فسادات کو ہم مذہبی رواداری کی بنیاد پر ہی روک سکتے ہیں، اور ہمارا فرض ہے کہ ہم اس کو روکنے کے لئے آپسی حمیت وبھائی چارگی کو فروغ دیں اور ہمیں یہ بات معلوم ہونی چاہیئے کہ ہندوستان کی خوبصورتی ان تمام مذاہب اور ان کے ماننے والوں سے ہی باقی رہ سکتی ہے۔ اس لئے ہمیں ہندوستان میں مذہبی رواداری کو باقی رکھتے ہوئے تمام ہندوستانیوں کے ساتھ یکساں سلوک کرنا چاہیئے اور ہر ایک شہری کو اس کے مذہب پر عمل کرنے دینا چاہیئے تاکہ اپنے مذہب کی پیروی کرسکے، اس کی اشاعت کرے اور اس کی تبلیغ کرے۔

یہاں ہندو مسلم اتحاد کے بارے میں سرسید احمد خاں کا مشہور مقولہ نقل کرنا مناسب ہوگا۔ انہوں نے تاریخ ساز جملہ کہا تھا کہ ہندو اور مسلمان دولہن کی دو آنکھوں کی طرح ہیں، اگر دونوں میں سے ایک آنکھ بھی نہ رہے تو دولہن خوبصورت نہیں لگے گی۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ ہندوستان کی خوبصورتی اور کامیابی اسی میں ہے کہ اس دولہن کی دونوں آنکھیں صحیح سالم رہیں، پھلتی پھولتی رہیں، ہمارا دستور بھی ان دونوں آنکھوں کی حفاظت کی کوششیں کرے، لیکن افسوس کہ موجودہ دور میں قانون کے کچھ محافظ اس کے لٹیرے بن گئے ہیں اور اس دولہن کو بدصورت بنادینا چاہتے ہیں، ایسے حالات میں پڑھے لکھے باشعور ہندوستانیوں کو بیدار ہونا چاہیئے اور جمہوریت کے اس دستور کی حفاظت کے لئے ہر ممکن کوشش کرنی چاہیئے تاکہ یہ خوبصورت ہندوستانی دولہن ہمیشہ دلکش و دل ربا بنی رہے اور پوری دنیا کو امن اور بھائی چارہ کا سبق دیتی رہے۔

☆☆☆

قرآن مجید کا تصور علم وتعلیم

(مجتبیٰ فاروق، پی ایچ ڈی)

عصری نظام تعلیم (بشمول مغربی نظام تعلیم) جو تصور پیش کرتا ہے وہ انتہائی ناقص اور محدود ہے۔ دور حاضر کے اس نظام تعلیم نے خدا سے نہ صرف منہ موڑا ہے بلکہ صاف انکار بھی کیا ہے۔ اس کا دوسرا بنیادی نقص مادہ پرستی ہے جس میں ہر چیز اور ہر معاملہ مادیت سے جڑا ہوا ہے۔ اس میں ذاتی مفاد کا پہلو ہر معاملہ میں غالب ہے۔ اس نظام تعلیم کا ایک نقص یہ بھی ہے کہ اس نے ہر چیز کو دو خانوں میں بانٹ دیا ہے۔ مذہب کو سیاست سے الگ کرکے ان دونوں میں آپس کا کوئی تعلق باقی نہیں رکھا۔ اس نے مذہب کو انسان کا ایک ذاتی مسئلہ قرار دیا۔ اس کے علاوہ اس میں معیشت وتجارت اور دیگر تمام امور کو مذہب کی اخلاقی حدبندیوں سے آزاد کرکے انسان کو شتر بے مہار چھوڑ دیا کہ وہ جو چاہیں کریں، جس کے نتیجہ میں ہر چہار جانب شر وفساد اور استحصال کی گرم بازاری ہے اور انسانی واخلاقی اقدار سر عام پامال ہورہے ہیں۔

قرآنی نظام تعلیم کی جامعیت

تعلیم دراصل خالق کائنات کی معرفت اور رضا حاصل کرنے کا نام ہے۔ قرآن علم کا جو تصور پیش کرتا ہے اس میں کافی وسعت، جامعیت اور ہمہ گیریت ہے جو کائنات کے تمام علوم وفنون پر محیط ہے۔ علم کے حوالہ سے قرآن مجید ہر بات بہت ہی واضح انداز میں پیش کرتا ہے، چنانچہ اس کے پیش کردہ عقائد، عبادات، سیاسی، سماجی، معاشرتی، اقتصادی اور روحانی تعلیمات انتہائی جامع اور واضح اور کامل ہیں۔ امام راغب اصفہانیؒ نے علم کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے: کسی چیز کی حقیقت کا ادراک علم ہے۔ (مفردات القرآن)

کسی چیز کی حقیقت کا ادراک

قرآن کریم کی سب سے پہلی آیت جو نازل ہوئی وہ بھی تعلیم ہی سے متعلق ہے۔ اس آیت میں ہمیں یہ اشارہ ملتا ہے کہ جو بھی پڑھیں اس کو اللہ کے نام سے جوڑیں۔ اس کے علاوہ اس آیت کریمہ میں علم کو اکائی اور وحدت کے طور پر پیش کیا گیا۔ مزید یہ کہ نفع بخش علم وہ ہوگا جو ایک انسان کا تعلق اس کے خالق کے ساتھ استوار کرے اور اس کو معرفت الٰہی اور خود آگہی حاصل ہو۔

قرآن کے تصور علم کا تاریخی پس منظر

انسانی تاریخ میں علم وحکمت اور تعلیم نے بعد کے ادوار میں جنم نہیں لیا بلکہ جب اللہ تعالیٰ نے انسان کو وجود بخشا اسی وقت سے اس کو علم وحکمت اور علم اسماء سے نواز دیا، اور انسانوں کی فرشتوں پر فضیلت کی بنیادی وجہ بھی یہی علم ہی تھا۔ پھر علم کا منبع اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، فرمان الٰہی ہے: "کہو علم تو اللہ ہی کے پاس ہے"۔ (ملک:26) انسانوں کو جو علم دیا وہ بہت ہی معمولی اور تھوڑا ہے: "تمہیں بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے"۔ (بنی اسرائیل :86)

علم کے ذرائع

اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کا منشا ہم اس وقت تک نہیں جان سکتے جب تک ہمارے پاس کوئی ٹھوس ذریعہ نہ ہو۔ یہ ذریعہ صرف وحی الٰہی ہے جس کے ذریعہ ہم خالق کائنات کی معرفت حاصل کرسکتے ہیں۔ وحی علم کا سب سے اہم ذریعہ ہے جو حق الیقین پر مبنی ہے یہ سب سے یقینی اور محکم علم ہے۔ وحی کا دوسرا حصہ احادیث رسول ﷺ ہیں۔

علم کا دوسرا ذریعہ عقل ہے، لیکن چونکہ انسان کی عقل محدود ہوتی ہے، لہٰذا اس میں غلطی اور فساد کے امکانات بھی بہت زیادہ ہوتے ہیں، چنانچہ اس کا وحی الٰہی کے تابع ہونا ضروری ہے، تاکہ وہ انسان کے حق میں مفید ثابت ہو۔ عقل اور تجربہ کے ساتھ ساتھ حواس خمسہ بھی علم کے ذرائع ہیں۔ حواس خمسہ کی وسعت بھی محدود ہے جو بعض اوقات انسان کو Mislead بھی کرتے ہیں۔ حواس خمسہ کو بھی وحی الٰہی کی تصدیق کی ضرورت پڑتی ہے۔

اسلامی نظام تعلیم کے بنیادی اصول

(۱) ذات خداوندی: یہ اسلامی نظام تعلیم کی پہلی بنیاد ہے اس کے مطابق اللہ تعالیٰ کائنات کا خالق ومالک ہے وہ ایک ہے اور کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔ وہ قادرِ مطلق ہے اور اس کو کوئی ہرا نہیں سکتا اور نہ ہی اس کے برابر کوئی ہستی ہے کوئی چیز اس کی قدرت سے باہر نہیں اور ہر چیز کے خزانے اس کے پاس ہیں، وہی موت وحیات کا مالک ہے اور ذلت وعزت بھی اس کے ہاتھ میں ہے۔ ہر انسان کی یہ بنیادی ذمہ داری ہے کہ وہ اسی کو اپنا خالق، مالک اور رب تسلیم کرے۔

(۲) رسالت: رسالت اسلامی نظام تعلیم کی دوسری بنیاد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے منتخب بندوں کو نوع انسانی کی ہدایت ورہنمائی کے لیے بھیجا ہے، جن کی پیروی ہر دور میں امتوں پر لازم رہی ہے اور آخر میں اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو نوع انسانیت کی ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا، تاکہ دنیائے انسانیت ان کی اطاعت کرکے دنیا وآخرت میں ہر اعتبار سے سرخروئی حاصل کرے۔

(۳) آخرت: یہ اس نظام تعلیم کی تیسری بنیاد ہے۔ جب تک انسان کو آخرت میں جواب دہی کا احساس نہیں ہوگا، وہ ہر قسم کے جرائم اور گناہوں کا ارتکاب کرتا رہے گا۔ آخرت میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہوکر اپنے اعمال کا حساب دینے کا تصور ایک انسان کو ظلم وجور اور برائیوں سے محفوظ رکھتا ہے۔

☆☆☆

یہودیت، عیسائیت اور اسلام میں مشترکہ تعلیمات

(نوید السحر، ایم اے، سال دوم)

اعداد وشمار کے مطابق فی زمانہ دنیا میں 4200 مذاہب موجود ہیں، جن میں تین بڑے مذاہب عیسائیت، اسلام اور یہودیت الہامی مذاہب ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور تاریخ وقرآن سے بھی یہی بات ثابت ہوئی ہے کہ یہود ونصاریٰ، اسلام اور نبی ﷺ کی آمد سے واقف تھے، جس کی بشارت ان کی کتابوں میں دی گئی تھی۔ یہ تینوں مذاہب نہ صرف الہامی مذاہب ہیں بلکہ اس مذہبی تسلسل کا حصہ ہیں جو خدائے تعالیٰ کی جانب سے ہر زمانہ میں ہدایت انسانی کے لئے جاری رہا۔ چنانچہ ان مذاہب کی تعلیمات میں کئی مشترکہ باتیں پائی جاتی ہیں۔ یہودیت، اسلام اور عیسائیت میں مشترکہ تعلیمات کو علاحدہ علاحدہ دین کے مختلف شعبوں میں تقسیم کرکے دیکھا جاسکتا ہے۔

مذہب، جس کے لئے "دین" کا لفظ بھی استعمال کیا جاتا ہے اس کے متعلق قرآن کریم کہتا ہے کہ آدمؑ سے لیکر موسیٰؑ عیسیٰؑ اور محمد ﷺ تک تمام انبیاء دین اسلام ہی لے کر آئے۔ لہٰذا بنیادی عقائد میں یہ تین ادیان بڑی حد تک مشترک ہیں، لیکن الہامی کتابوں میں بعد میں کی گئی تحریفات نے ان میں کئی تبدیلیاں بھی پیدا کردیں۔

توحید: مذکورہ تین الہامی مذاہب کا سب سے بنیادی عقیدہ توحید ہے، یہودیت توحید کا سب سے بڑا علمبردار اور مبلغ تھی، قرآن مجید میں ارشاد ہے: "کیا آپ کے پاس موسیٰ کی خبر پہنچی؟ جب ان کو ان کے پروردگار نے طویٰ نام کی مقدس وادی میں آواز دی، آپ فرعون کے پاس جائیے کہ اس نے سرکشی اختیار کررکھی ہے، اور پوچھئے کیا تیری خواہش ہے کہ تو پاک صاف ہوجائے؟ اور میں تجھ کو تیرے پروردگار کا راستہ دکھادوں"۔ (نازعات: 19-15) اسی عقیدہ توحید میں خداوند تعالیٰ پر ایمان، اس کی وحدت پر ایمان، خدا کے دائم وغیر مادی ہونے پر ایمان لانا لازمی تھا، لیکن عزیرؑ کے بعد یہودیوں نے عزیرؑ کو اللہ کا بیٹا قرار دے کر نظریہ "ثنویت" کو اپنا لیا: "اور یہود کہتے ہیں کہ عزیر اللہ کے بیٹے ہیں اور عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کے بیٹے ہیں"۔ (توبہ:30)

جدید عیسائیت کی بنیاد "عقیدہ تثلیث" پر ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ نظریہ بھی عیسائیوں کا اپنا ایجاد کردہ ہے، جس کی صحیح توضیح یہ خود بھی پیش نہیں کرسکتے۔ وہ عیسائیت جس کی تعلیم عیسیٰ نے دی صرف اور صرف توحید پر مبنی تھی۔ قرآن میں جابجا حضرت عیسیٰ کی عقیدہ توحید کے لئے مساعی کا ذکر ملتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ حضرت عیسیٰ عرض کریں گے: "میں نے ان کو اس کے سوا کچھ نہیں کہا، جس کا آپ نے حکم دیا تھا کہ اللہ کی عبادت کرو، جو میرا بھی پروردگار ہے اور تمہارا بھی، جب تک میں ان کے درمیان رہا، ان کی نگرانی کرتا رہا، پھر جب آپ نے مجھے اٹھالیا، تو پھر آپ ہی ان کے نگراں رہے اور آپ تو ہر چیز سے باخبر ہیں"۔ (مائدہ:117)

اسلام میں توحید ورسالت کا اقرار حد فاصل کی حیثیت رکھتا ہے، جس کے بغیر کوئی انسان دائرہ ایمان میں نہ داخل ہوسکتا ہے اور نہ ہی اس میں باقی رہ سکتا ہے، اور اسلام میں ان دونوں لفظوں کا مفہوم اپنے اندر ایک مخصوص وسعت رکھتا ہے، چنانچہ توحید صرف اللہ کو ایک ماننے کا نام نہیں، بلکہ اللہ کو اس کی ذات، صفات، کمالات اور اختیارات ہر چیز میں یکتا ماننا توحید کا صحیح مفہوم ہے۔

رسالت: اللہ نے اپنا پیغام قوموں تک پہنچانے کے لئے پیغمبر بھیجے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دنیا کا کوئی خطہ ایسا نہیں جہاں نبی نہ بھیجے گئے ہوں۔ کئی انبیاء علیہم السلام کا ذکر قرآن کریم میں بھی آیا ہے۔ چونکہ پیغمبر اللہ کے پیغام کو لوگوں تک پہنچاتے ہیں، لہٰذا ان کی سچائی ومعصومیت پر ایمان لانا لازمی ہے، چنانچہ یہودیت، عیسائیت اور اسلام میں یکساں طور پر خدا کے پیغمبروں پر ایمان رکھنے کو دین کے بنیادی عقائد میں شامل کیا گیا ہے جس کے بغیر ایمان نامکمل ہے۔ اس سلسلہ میں یہ بات واضح رہنی چاہیئے کہ مسلمان اللہ کی جانب سے بھیجے گئے ہر پیغمبر پر ایمان رکھتے ہیں، جب کہ یہودی موسیٰ کو اور عیسائی عیسیٰ کو اپنا آخری نبی مانتے ہیں۔ یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ تورات وانجیل میں خود محمد ﷺ کو نبی آخر الزماں کہا گیا ہے۔ انجیل میں "فارقلیط" کا نام لے کر حضور ﷺ کی آمد کی خوشخبری سنائی گئی ہے۔ (Deuteronomy, Chapter 18, Verse 18)

آخرت: دیگر عقائد کی طرح عقیدہ آخرت سے متعلق بھی یہودیت وعیسائیت کی قدیم وجدید تعلیمات میں فرق نظر آتا ہے جو یقیناً انسانی تحریفات کا نتیجہ ہے۔ زمانہ قدیم میں یہودی قیامت اور جزاوسزا کے قائل تھے۔ جنت اور جہنم کا اعتقاد بھی ان میں موجود تھے، لیکن آج یہود خود کو خدا کے محبوب ومغفور بندے سمجھتے ہیں۔ اسی لئے انھیں کہا گیا: "آپ کہہ دیجئے کہ اگر اللہ کے نزدیک دوسرے لوگوں کو چھوڑ کر تمہارے ہی لئے عالم آخرت مخصوص ہے تو اگر تم سچے ہو تو موت کی تمنا کرو"۔ (بقرہ: 94) اسی طرح حضرت عیسیٰ نے توبہ واستغفار کی تلقین کرتے ہوئے یہ تعلیم دی ہے کہ نجات کا دارومدار اعمال پر ہے، اور یہ گناہ انسان کو جہنم میں لے جانے کا سبب بنتے ہیں۔ انجیل کا درج ذیل بیان عقیدہ آخرت پر دلالت کرتا ہے: "اے ریاکارو فریسیو! تم نبیوں کے قاتلوں کے فرزند ہو۔ اے افعی بچو! تم جہنم کی آگ سے کیونکر بچو گے"۔ (انجیل متی، باب: 22، آیت: 33-29) آخرت سے متعلق اسلام کا عقیدہ ہے کہ مرنے کے بعد انسان دوبارہ اٹھایا جائے گا اور اسے اپنے اعمال کا پورا پورا بدلہ ملے گا۔

عبادات: قدیم عیسائی ویہودی تعلیمات کے مطابق اسلام ہی کی طرح ان دونوں مذاہب کا محورِ عبادت بھی "خدائے واحد" ہی تھا۔ عبادات کے مقاصد بھی ایک تھے، یعنی بندے کو خدا سے قریب کرنا، روح کی تقدیس اور ایک اچھا انسان بنانا۔

نماز: اسلام کی عبادات میں نماز ایک اہم عبادت ہے جو روزانہ پانچ وقت ادا کی جاتی ہے۔ نماز سے متعلق قرآن میں ارشاد ہے: "اے ایمان والو! صبر اور نماز کے ذریعہ مدد لو"۔ (بقرہ: 54) نماز کا یہ تحفہ نبی ﷺ کو معراج کے سفر میں دیا گیا، جہاں موسیٰ علیہ السلام نے آپ ﷺ سے اپنی قوم کی مثال دے کر نمازوں کی تعداد پچاس سے پانچ کروائی، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ موسیٰ کی قوم پر بھی نماز فرض کی گئی تھی۔

روزہ: روزہ سے متعلق قرآن کریم کی درج ذیل آیت ظاہر کرتی ہے کہ مسلمانوں کی طرح عیسائیوں اور یہودیوں پر بھی روزے فرض کئے گئے تھے: "اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کردیئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے، تاکہ تم متقی ہوجاؤ"۔ (بقرہ: 183) یہودیوں کی کتاب Leviticus میں روزہ سے متعلق احکامات ملتے ہیں۔ (Leviticus 23:23 - 28)

ان تعلیمات کے علاوہ تینوں مذاہب میں معاشرت اور اخلاقیات کی تعلیمات بھی قدرے مشترک ہیں، طوالت کے پیش نظر ان کو یہاں نقل نہیں کیا جارہا ہے۔ البتہ مذکورہ تعلیمات سے یہ بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے کہ تینوں مذاہب کی بنیادی تعلیمات قدرے مشترک ہیں اور ہوں بھی کیوں نہ جب کہ سب کے سب ایک ہی خدا کی طرف سے نازل کئے گئے ہیں، اسلام کو ان میں یہ فوقیت ہے کہ یہ یہودیت اور عیسائیت دونوں مذاہب کی تصدیق کے ساتھ ان کی تکمیل کے لئے آیا ہے اور یہ ٹائم اور اسپیس سے بالاتر ہوکر قیامت تک کے لئے نازل کیا گیا ہے۔

☆☆☆

اسلام کا تصور مساوات

(مرزا انصار بیگ، ایم اے، سال اول)

اسلام ایک مکمل ضابطہ زندگی ہے، زندگی کے ہر شعبہ میں اس کی تعلیمات موجود ہیں۔ انسانوں کی تخلیق کا ذکر کرتے ہوئے اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا کہ "ہم نے انسان کو ایک بہترین سانچہ میں پیدا کیا"۔ (تین: 4) آیت کریمہ سے صاف واضح ہوتا ہے کہ ہر انسان کی تخلیق بہترین انداز میں ہوئی ہے اور انسانوں کی تخلیق میں کوئی تفاوت نہیں برتا گیا ہے جیسا کہ ہندومت کا نظریہ ہے کہ برہمن کو خدا نے اپنے چہرہ سے اور شودر کو اپنے پاؤں سے بنایا۔ نیز انسانوں کی تکریم کا ذکر کرتے ہوئے اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: "ہم نے اولاد آدم کو عزت بخشی ہے، ہم نے ان کو خشکی اور دریا میں سواری دی ہے، ان کو پاکیزہ و نفیس رزق عطا فرمائی ہے اور ہم نے ان کو اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت سے نوازا ہے"۔ (اسراء: 70) اس آیت کریمہ میں بتایا گیا کہ تمام انسان اللہ کے نزدیک یکساں شرف و منزلت کے حامل ہیں، کسی خاص طبقہ انسانی کے ساتھ یہ شرف و بزرگی مختص نہیں ہے۔

اس دنیوی زندگی میں حصول ثواب اور حصول جنت کی بابت انسانوں کے درمیان جنس کی بنا پر کوئی تفریق کی گئی اور نہ رنگ و نسل کی بنا پر، چنانچہ ارشاد ربانی ہے: "جو نیک کام کرے مرد یا عورت دراں حالیکہ وہ مومن ہو تو ہم ضرور اس کو پاکیزہ زندگی بسر کرائیں گے اور ان کو ان کے اچھے اعمال کا صلہ دیں گے"۔ (نحل: 97) آیت کریمہ صاف طور پر وضاحت کرتی ہے کہ نجات کا دار و مدار ایمان اور عمل صالح کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

علم حاصل کرنا ہر انسان کے لئے اس طور پر ضروری ہے کہ وہ اپنے حق میں اچھے برے اور فائدے کی چیزوں سے واقف ہو اس کے مطابق اپنی زندگی میں عمل کرے۔ چنانچہ قرآن و حدیث میں علم حاصل کرنے کی تاکید کی گئی ہے، حدیث نبوی ہے: علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ (ابن ماجہ: 224) نیز عہد نبوی ﷺ میں اگر ہم دیکھیں تو مرد و عورت دونوں علم حاصل کیا کرتے تھے، اور محدثین و فقہاء کا طبقہ صحابہ اور صحابیات دونوں میں موجود تھا، حصول علم کے سلسلہ میں اسلام نے نہ جنس کی بنیاد پر کوئی تفریق کی اور نہ رنگ و نسل کی بنیاد پر، بلکہ تمام ہی انسانوں کو حصول علم کی ترغیب دی۔

اسلام نے ہر انسان کے لئے جائیداد اور دولت کا حق تسلیم کیا ہے، قطع نظر اس سے کہ اس کا تعلق کس ذات و برادری سے یا کس جنس و نسل سے ہے؛ چنانچہ ارشاد ربانی ہے: "تمام مردوں کے لئے حصہ ہے اس میں سے جو وہ کمائیں اور تمام عورتوں کے لئے حصہ ہے اس میں سے جس کی وہ کمائی کریں"۔ (نساء: 32) آیت کریمہ سے واضح ہوتا ہے کہ حق کسب اور حق ملکیت میں تمام انسان جہاں چاہے خرچ کرے؛ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں حضرت عثمان غنیؓ کا نام اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والوں میں سر فہرست ملتا ہے اور صحابیات میں حضرت زینبؓ بنت خزیمہ کا جنہیں ام المساکین کا لقب دیا گیا۔

اسلام نے سماجی طور پر بھی تمام مسلمانوں کے درمیان مساوات قائم کی اور سیاسی اور سماجی طور پر بھی ہر کلمہ گو کو بلا اختلاف جنس و نسل مساوی حقوق و اختیارات دیئے، چنانچہ اس کے نزدیک امان و معاہدہ کا حق ہر مسلمان کو حاصل ہے۔ مشہور واقعہ ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر حضرت ام ہانیؓ نے ایک مشرک کو پناہ دی تو آپ ﷺ نے ان کی پناہ کو جائز قرار دیتے ہوئے فرمایا: "جس کو تم نے پناہ دی اس کو ہم نے پناہ دی"۔

اسلام نے سیاسی میدان میں بھی مساوات کا سبق دیا اور آپ ﷺ نے حکومت اور فوجداری امور میں عملی طور پر اس کا نمونہ پیش کیا اور ہر ایک کے لئے اپنی صلاحیت کو بروئے کار لانے کا بھرپور موقع فراہم کیا، چنانچہ آپ ﷺ نے کئی مرتبہ غزوات کے موقع پر حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ کو مدینہ منورہ میں اپنا جانشین مقرر کیا جبکہ وہ غلام تھے اور عرب غلاموں کے طبقہ کو بہت ہی کمتر سمجھتے تھے۔ نیز جنگ موتہ میں حضرت زید بن حارثہؓ کو لشکر اسلام کا سپہ سالار بنا کر روانہ کیا جو آپ ﷺ کے غلام تھے اور آپ کے بیٹے حضرت اسامہؓ کو بھی ایک لشکر کا سپہ سالار بنا کر رومیوں سے جنگ کرنے کے لئے بھیجا۔ نیز امیر کی اطاعت کے تعلق سے آپ ﷺ کا واضح ارشاد ہے: "اپنے حاکم کی سنو اور مانو خواہ ایک ایسا حبشی غلام تم پر کیوں نہ حاکم بنا دیا جائے، جس کا سر سوکھے ہوئے انگور کے برابر ہو"۔ یہ تمام ارشادات و واقعات مساوات کے ایسے اسباق ہیں جن کی مثال دنیا میں آج تک نہ کوئی دے سکا اور نہ دے سکے گا۔

اسلام میں سماجی برائیوں کو ختم کرنے کے لئے جو سزائیں مقرر کی ہیں، ان میں بھی مساوات کا لحاظ رکھا ہے؛ چنانچہ چوری کی سزا بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ دو، یہ ان کے عمل کی سزا اور اللہ کی طرف سے عبرت ہے"۔ (مائدہ: 28) اور زنا کی سزا اس طرح بیان کی: "اور بدکاری کرنے والی عورت اور بدکاری کرنے والے مرد دونوں میں سے ہر ایک کو سو درے مارو اور اللہ کے حکم دین (حکم کی تعمیل) میں تم کو ان کے حال پر ذرا بھی ترس نہ آنا چاہئے، اگر تم اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو"۔ (نور: 2)

اسلام کی مذکورہ تعلیمات مساوات کے علاوہ اسلام نے اپنے متبعین کے لئے دیگر تمام امور و معاملات میں مساوات کی تعلیم دی ہے، جیسے باپ کو حکم دیا کہ وہ اپنی اولاد کے درمیان مساوات قائم کرے کوئی چیز دے تو سب کو برابر سرابر دے کمی بیشی نہ کرے، اور قاضی کو حکم دیا گیا کہ وہ فریقین کے ساتھ عدالت میں یکساں برتاؤ کرے کسی ایک کی جانب زیادہ التفات نہ کرے وغیرہ۔ اسلام نے مساوات سے بھی بڑھ کر عدل سے کام لیا ہے، چنانچہ اولاد کی وراثت میں لڑکے کو لڑکی کا دوگنا حصہ دیا گیا، اس میں یہ مصلحت پیش نظر ہے کہ شریعت نے عورتوں کے نان و نفقہ کی ذمہ داری مردوں کے کاندھوں پر ڈالی اور عورتوں پر کمانے کی ذمہ داری نہیں ڈالی، تو اس لحاظ سے دولت اور وسائل کی ضرورت عورت کی بہ نسبت مرد کو زیادہ پیش آئی ہے۔ اسی طرح وہ امور جو فوجداری سے متعلق ہیں جیسے جہاد اور انتظام حکومت وغیرہ میں شریعت نے عورتوں کو کوئی ذمہ داری نہیں سونپی اور انہیں ان تمام امور سے آزاد کیا۔ اس طرح اسلام کا مکمل نظام اور اس کا ہر حکم اعتدال پر مبنی ہے، جو اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ یہ خدا کا بھیجا ہوا آخری دین ہے، جس کی پیروی کا ہمیں حکم دیا گیا اور ہم اس کے محتاج بھی ہیں۔

☆☆☆

ہمارا نظام تعلیم اور مقصد تعلیم

(صلاح الدین، پی ایچ ڈی)

"میں ہندستان کے ہر حصے کا سفر کر چکا ہوں میں وہاں کسی فقیر کو چور نہیں دیکھا۔ اس ملک میں ایسی دولت، ایسی اعلیٰ اقدار اور ایسے قابل لوگ دیکھے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ ہم انہیں اس وقت تک فتح نہیں کر سکیں گے جب تک ہم ان کی ریڑھ کی ہڈی (ان کا روحانی و ثقافتی ورثہ) نہ توڑ دیں لہٰذا میں ان کے پرانے نظام تعلیم اور کلچر کو ختم کرنے کی تجویز پیش کرتا ہوں۔ اس لیے کہ اگر ہندستانی یہ سمجھ لیتے ہیں کہ یہ غیر ملکی نظام اور انگریزی ان کے اپنے نظام سے بہتر ہے تو وہ اپنی خود اعتمادی اور کلچر بھول جائیں گے۔ جو ہم چاہتے ہیں یعنی خالصتاً ایک مغلوب قوم"۔

لارڈ میکالے کا یہ بیان جو تاریخ کا حصہ بن چکا ہے بالکل درست تھا۔ ہندوستان پر انگریزوں کے قبضے سے قبل ہمارا تعلیمی نظام جامع اور عظیم اقدار و روایات کا حامل تھا جسے انگریزی سامراج نے ختم کر دیا۔ آج ہمارا تعلیمی نظام روٹی کمانا تو سکھاتا ہے مگر زندگی گزارنے کا طریقہ نہیں سکھاتا، نصاب میں اخلاقیات اور زندگی گزارنے کے طریقوں کی کوئی گنجائش نہیں رکھی گئی۔

موجودہ نظام تعلیم کی تباہ کاریاں

دنیا میں عروج و زوال کا فیصلہ بہت حد تک نوجوانوں کی فکری نشوونما، اخلاقی اور نظریاتی تعلیم و تربیت سے مربوط ہے۔ اگر سماج میں نوجوانوں کی تعلیم و تربیت پر دیانت داری، نیک نیتی اور خلوص دل سے محنت کی جائے تو یہ نوجوان اپنے سماج کے روشن مستقبل اور نیک نامی کا سبب بن سکتے ہیں۔ اس کے برعکس اگر کسی سماج میں نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کو ثانوی حیثیت دی جائے، ان کی اخلاقی، فکری اور نظریاتی تربیت میں سستی و کاہلی سے کام لیا جائے تو ایسے نوجوان اپنے ہی سماج کی تباہی و بربادی کا سبب بن جاتے ہیں۔

علم سماج کو امن، استحکام اور یکجہتی عطا کرتا ہے۔ جہالت معاشرہ کو فکری انتشار، کرپشن اور محرومی سے دوچار کرتی ہے۔ جن معاشروں کے تعلیمی ادارے اپنی ذمہ داریاں پوری امانت و دیانت کے ساتھ ادا کرتے ہیں، ان معاشروں میں اچھے اور اہل افراد کی کمی نہیں ہوتی۔ ہم نے تعلیم و تربیت کو نظر انداز کیا اس لئے ترقی اور کامیابی ہم سے روٹھ گئی۔ جب تعلیم کا مقصد صرف نوکری کا حصول ہو تو ایک اچھے مصلح معلم، مربی اور قائد کی امید کیونکر کی جا سکتی ہے۔ تعلیمی اداروں میں اساتذہ کا تقرر ان کی قابلیت اور صلاحیت کے بجائے اگر سفارش اور رشوت کی بنا پر کیا جائے تو ایسے اساتذہ سے ایک اچھی نسل بھلا کیسے تیار ہو سکتی ہے۔

موجودہ نظام تعلیم سے ہم بچے کو اعلیٰ تعلیم یافتہ اور باصلاحیت تو بنا سکتے ہیں مگر یہ ضروری نہیں کہ وہ ایک اچھا انسان بھی بن جائے۔ اسی وجہ سے آج ہماری یہ دنیا پہلے کے مقابلہ میں زیادہ خطرے میں ہے۔ جب انسان کے پاس علم کم تھا اور صلاحیت بھی معمولی تھی تو اس کو صرف آسمانی آفات کا خطرہ تھا، مگر آج کے انسان کو اپنے غیر معمولی علم سے زیادہ خطرہ ہے۔ کس قدر حیرت کی بات ہے کہ جس قدر علم بڑھتا جا رہا ہے انسانوں کی زندگیاں غیر محفوظ ہوتی جا رہی ہیں، امن و سکون ختم اور خطرات بڑھتے جا رہے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہم اپنے نظام تعلیم و تربیت پر نظر ثانی کریں، اور اپنی نئی نسل کو اخلاقی قدروں سے آراستہ کریں۔

تعلیم کا مقصد

ماہرین تعلیم نے اپنے گرد و پیش کے حالات اور ضرورتوں کے تحت تعلیم کے جو مقاصد متعین کئے ہیں اس میں خاص طور پر پیشہ جویانہ مقصد، اچھا شہری بنانا، نئی نسل کو مستقبل کے لئے تیار کرنا، انفرادیت کی نشوونما، وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

پیشہ جویانہ مقصد کی اگر ہم بات کریں تو یہ مقصد بظاہر کافی اہم معلوم ہوتا ہے۔ والدین اپنے بچوں کو اسی لئے تعلیم دلاتے ہیں کہ وہ پڑھ لکھ کر کمانے کھانے کے قابل ہو جائیں۔ بلاشبہ کمانا کھانا انسان کی بنیادی ضرورت ہے۔ مگر کیا صرف پیٹ بھرنے اور زندگی کی دوسری ضرورتیں پوری کرنے کو ہی تعلیم کا بنیادی مقصد قرار دینا مناسب ہے؟ کیا انہیں کھلی چھوٹ ہونی چاہئے کہ وہ جن ذرائع سے چاہیں اپنی ضرورتیں پوری کر لیں؟ ایسا کرنے سے بچہ معاشی حیوان تو بن سکتا ہے، اچھا انسان ہرگز نہیں بن سکتا۔ اچھا انسان بنانے کے لئے حق اور ناحق، جائز اور ناجائز میں فرق و امتیاز سکھانا بھی ہماری ذمہ داری ہے۔ اخلاق و آداب اور تہذیب و تمدن کی اعلیٰ قدروں سے روشناس کرانا بھی ضروری ہے۔ اس پہلو کو نظر انداز کرنے کا ہی نتیجہ ہے کہ ہمیں اکثر ایسے افراد سے سابقہ پڑتا ہے جو اعلیٰ تعلیم یافتہ یا ماہر فن ہونے کے باوجود اخلاق و کردار کے اعتبار سے بہت پست ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ سماج کے لئے مفید ہونے کے بجائے مضر ثابت ہوتے ہیں۔

تعلیم کا پاکیزہ مقصد

آج عالمی بھائی چارہ تو دور کی بات ہے، خون اور خاندان کے رشتے منتشر ہو رہے ہیں۔ بھائی، بھائی کے خون کا پیاسا ہے۔ اس کراہتی، سسکتی اور بیمار دنیا کو بہتر علاج کی ضرورت ہے۔ آسان علاج ہمارے سامنے ہے مگر ہمیں دکھ نہیں رہا ہے کیونکہ ہماری آنکھوں پر علمی غرور اور خود پسندی کا پردہ پڑا ہے۔ وہ علاج کوئی نیا بھی نہیں ہے، صدیوں کا بار بار آزمایا ہوا ہے جس کو بہت سارے پیغمبروں نے اپنے اپنے دور میں آزمایا اور کامیاب رہے۔ ان عظیم انسانوں کی تعلیم کا جو مقصد تھا وہی مقصد اگر ہم اپنا لیں تو سارے دکھوں کا علاج ممکن ہے، سارے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ وہ پاکیزہ مقصد ہے خداشناسی، اپنے رب کی پہچان اور اپنی بندگی کا اعتراف۔ جب انسان اپنے رب کو پہچان لے گا اور اس کی منشا کو بھی جان لے گا، تو اس طرح خالق کی پوری کائنات اس کے تصرف میں آ جائے گی۔ اب اس کی منزل چاند ستاروں تک محدود نہیں رہے گی بلکہ پوری کائنات کی تسخیر اس کا ہدف ہوگا، مگر مقصد بدل چکا ہوگا۔ اب اس کی تلاش و جستجو حاکمیت اور ملوکیت کے لئے نہیں بلکہ انسانی فلاح اور خالق کی خوشنودی کے لئے ہوگی۔

☆☆☆

قرآن کریم اور ہماری زندگی

(میمونہ، ایم اے، سال اول)

روئے زمین پر اللہ کا آخری پیغام جو اس کے آخری رسول محمد عربی ﷺ لے کر آئے تھے وہ بغیر کسی ادنیٰ تغیر و تبدل کے آج ساڑھے چودہ سو برس گذر جانے کے بعد بھی اپنی اسی عظمت شان اور اسی شادابی و تازگی کے ساتھ موجود ہے، جس طرح وہ اللہ کی جانب سے اتاری گئی تھی۔ ہمارے گھروں میں اس کے کئی نسخے موجود ہوتے ہیں۔ ہم جس وقت چاہیں اللہ کے نازل کئے ہوئے اور مقدس رسول کے لائے ہوئے اس پیغام ہدایت کو اس کے اصلی الفاظ میں دیکھ اور پڑھ سکتے ہیں اور اگر تھوڑی سی بھی عربی آتی ہو تو خود اس کا مطلب بھی سمجھ سکتے ہیں اور درمیان میں کسی واسطہ کے بغیر اس سے براہ راست ہدایت حاصل کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رضا، دنیا و آخرت کی فلاح و بہبود اور زندگی جینے کا سلیقہ معلوم کر سکتے ہیں۔

لیکن ہمارا برتاؤ اس کے ساتھ کیا ہے؟ ہم میں سے کتنے لوگ ہیں جن کا قرآن سے مضبوط تعلق ہے؟ کتنے ہیں جو اس سے ہدایت حاصل کرتے ہیں؟ اور اس کو براہ راست سمجھنے کے لئے عربی زبان سیکھتے ہیں، اور کتنے ہیں جو اس کی تلاوت اور اس کی تفسیر کے مطالعہ کا اہتمام کرتے ہیں؟ کیا ہم خدا کے سامنے اپنی اس غفلت کا جواب دے سکیں گے؟ اور ہمارا کیا عذر ہوگا اس وقت جب رب العزت کے سامنے ہم کھڑے کئے جائیں گے؟

قرآن ہمارے پاس اس لئے بھیجا گیا تھا کہ اس کو سمجھ کر پڑھیں، اس کے مطابق عمل کریں، قرآن ہمیں عزت بخشنے کے لئے آیا تھا۔ تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ جب مسلمانوں نے قرآن کی ہدایت کے مطابق عمل کیا تو وہ دنیا کے امام بن گئے، مگر اب قرآن پاک عام مسلمانوں کے گھروں میں طاق کی زینت بنا ہوا ہے اور سال بھر میں بس ایک ماہ اس کی گرد جھاڑی جاتی ہے اور اس ماہ میں بھی اکثر لوگ اس کو سمجھے بغیر پڑھتے ہیں۔

قرآن سے دوری کی بنا پر آج مسلمان ہر جگہ پریشان ہیں، مشکلات انھیں مستقل گھیرے ہوئے ہیں، کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ آج مسلم سماج میں ہر وہ برائی اور فساد موجود ہے جسے مٹانے کا حکم قرآن میں واضح طور پر دیا گیا ہے، اگرچہ تلاوت قرآن کم و بیش ہر گھرانے میں روزانہ کا معمول ہے مساجد آباد ہیں، قال اللہ اور قال الرسول کی صدائیں ہیں، ہر تقریب کی آغاز تلاوت قرآن سے ہوتا ہے، اس کے باوجود ہم دنیا میں ہر جگہ ذلیل و خوار ہیں، اقوام عالم میں ہماری کوئی حیثیت نہیں ہے۔

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر

آج ہمارا قرآن کو چھوڑ دینا ہماری مصیبت کی وجہ ہے۔ حضرت علیؓ کا ارشاد ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے علی! جو کچھ بھی تجھے پہنچے مرض ہو یا کسی قسم کا عذاب یا دنیا کی کوئی مصیبت وہ اپنے ہی ہاتھ کی کمائی ہے۔ خود اس قرآن کو نازل کرنے والا اس میں یہ اعلان کر رہا ہے کہ یہ کتاب اس واسطہ بھیجی گئی ہے کہ تم اس میں غور و فکر کرو، اس کے احکام کو سمجھو اور اس سے نصیحت حاصل کرو: "یہ ایک بابرکت کتاب ہے، جس کو ہم نے آپ کی طرف اس لئے اتارا ہے کہ لوگ اس کی آیتوں میں غور کریں اور سمجھ دار لوگ نصیحت حاصل کریں"۔ (ص: 29) جو لوگ آیات قرآن کو سمجھ کر ان سے نصیحت حاصل نہیں کرتے ان کے بارے میں کہا گیا: کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں۔ (محمد: 24) اور دوسری کہا گیا: "اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان کر دیا ہے تو کیا ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا"۔ (قمر: 17)

لیکن ہم نے شاید یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ جہاں تک دینی ہدایت و نصیحت حاصل کرنے کا تعلق ہے اس کے لئے تو دوسرے وسائل مثلاً بزرگان کرام اور پیران عظام ہی کافی ہیں اور قرآن تو بس تلاوت کا ثواب حاصل کرنے کے لئے گویا وظیفہ کی ایک کتاب ہے۔

قرآن مجید "ہدی للمتقین" ہے، لہٰذا اس سے ہدایت و نصیحت کا نور ان خوش بختوں کو حاصل ہو سکتا ہے، جن میں تقویٰ ہو یعنی اللہ تعالیٰ کا خوف اور عافیت کی فکر ہو، ورنہ ہم اور آپ سب ہی جانتے ہیں کہ ابو جہل اور ابولہب تو آج کل کے ہر بڑے بڑے عالم دین سے بہترین قرآن کی زبان جانتے تھے، لیکن چونکہ دل طلب حق کے جذبہ سے خالی تھا اس لئے بحر ہدایت سے ان کو ایک قطرہ بھی نہیں مل سکا۔

☆☆☆

شعبہ کی علمی وثقافتی سرگرمیاں

(ثاقب راز، ایم اے، سال دوم)

شعبہ اسلامک اسٹڈیز، مانو علمی وثقافتی سرگرمیوں کی بنا پر اپنی ایک منفرد پہچان رکھتا ہے۔ شعبہ نصابی سرگرمیوں کے علاوہ معاون نصابی اور ثقافتی پروگرام منعقد کرتا رہتا ہے۔ یہ پروگرام توسیعی خطابات کی شکل میں اور اسلامی مطالعات فورم، بزم طلبہ اور بزم تحقیق کے تحت منعقد ہوتے ہیں۔ ان سرگرمیوں کی رپورٹ اس دیواری پرچہ کا حصہ بنتی رہی ہیں، گذشتہ شمارہ میں نومبر تک کی رپورٹ پیش کی جا چکی ہے، اس کے بعد کی سرگرمیوں کی مختصر رپورٹ درج ذیل ہے۔

توسیعی خطبہ اور دیواری پرچہ کی رسم اجراء

11/جنوری 2019 کو شعبہ میں "عصر حاضر میں علم کلام: مباحث اور طریقہ کار" کے عنوان سے ایک توسیعی خطبہ کا انعقاد عمل میں آیا، جس میں پروفیسر حمید اللہ مرازی (صدر شعبہ مذہبی مطالعات سنٹرل یونیورسٹی کشمیر) نے عصر حاضر میں علم کلام کے مباحث کا تذکرہ کرتے ہوئے توحید کے جدید رجحانات، لادینیت، اباحیت وغیرہ پر مفصل روشنی ڈالی۔ اس پروگرام میں دیواری پرچہ "اسلامی مطالعات" کے آٹھویں شمارہ کی رسم اجراء بھی ہوئی۔ اس موقع پر جناب انیس احسن اعظمی (مشیر اعلیٰ CUCS، مانو) نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے طلبہ کی کاوشوں کو سراہا اور ان کی حوصلہ افزائی کی۔

اسلامی مطالعات فورم

اسلامی مطالعات فورم شعبہ کا ایک متحرک پلیٹ فارم ہے، جس کے تحت ہر جمعرات کو مختلف النوع پروگرام منعقد کئے جاتے ہیں۔ اس کی جھلکیاں درج ذیل ہیں:

☆ 24/جنوری 2019 کو یوم جمہوریہ کی مناسبت سے ایک پروگرام ترتیب دی گئی جس میں ایم اے کے طلبہ نے تیاری کے ساتھ شرکت کی اور جمہوریت اور یوم جمہوریہ کے موضوع پر اپنی آراء وافکار کا اظہار کیا۔ ☆ 7/فروری 2019 کو پروفیسر اقتدار محمد خان (سابق صدر شعبہ اسلامک اسٹڈیز، جامعہ ملیہ اسلامیہ، دہلی) نے "عرب قومیت: ایک تعارف" کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے عرب کے عروج وزوال اور اس کے اسباب ونتائج پر روشنی ڈالی۔ ☆ 14/فروری 2019 کو "پاور پوائنٹ پیشکش کیسے تیار کریں" کے عنوان سے ایک عملی نشست کا انعقاد عمل میں آیا، جسے صالح امین (ریسرچ اسکالر شعبہ) نے پیش کیا۔ اس نشست میں پاور پوائنٹ کی اہمیت اور افادیت پر روشنی ڈالتے ہوئے اسے تیار کرنے کی مشق بھی کرائی گئی۔ ☆ 21/فروری 2019 کو ڈاکٹر شکیل احمد (اسٹنٹ پروفیسر شعبہ) نے "ریسرچ پروجیکٹ: افادیت اور طریقہ" کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے ریسرچ پروجیکٹس فراہم کرنے والے مختلف اداروں کا تعارف اور ریسرچ پروجیکٹ کے خاکہ کی تیاری کے مختلف مراحل پر روشنی ڈالی۔ ☆ 7/مارچ 2019 کو پروفیسر شاہدہ (صدر شعبہ تعلیم نسواں، مانو) نے "ہندوستان میں نسائی تحریکیں" کے عنوان سے خطاب کرتے ہوئے نسائی تحریک کے آغاز وارتقاء پر روشنی ڈالی۔ خاص طور سے ہندوستانی نسائی تحریکوں کو آزادی کے پس منظر میں تفصیل سے بتایا۔ ☆ 21/مارچ 2019 کو پروفیسر شاہد رضا (صدر شعبہ سوشل ورک، مانو) نے "سوشل ورک: ایک تعارف" کے عنوان سے اپنے خطاب میں سوشل ورک کی اہمیت اور ضرورت سے روشناس کرایا۔ انہوں نے کہا کہ سوشل ورک کسی کی ضرورت پوری کرنے کا نام نہیں ہے بلکہ سماج کو اپنے مسائل خود حل کرنے کے قابل اور بااختیار بنا دینے کا نام ہے۔ ☆ 28/مارچ 2019 کو "ہم کیسے پڑھیں" کے عنوان سے ایک پروگرام منعقد ہوا، جس میں طلبہ کو کسی کتاب یا مقالہ کے مرکزی مضمون تک رسائی حاصل کرنے اور اس کے نقاط اپنے ذہنوں میں محفوظ کرنے کے طریقے بتائے گئے۔

بزم طلبہ کے پروگرام

☆ 31/جنوری 2019 کو "شخصیات کا خاکہ اور یادگاری عمارتیں" کے عنوان سے ایک پروگرام منعقد ہوا، جس میں ایم اے کے تمام طلبہ نے حصہ لیا اور تقریر اور پی پی ٹی کے ذریعہ اپنی معلومات پیش کیا۔ ☆ 14/مارچ 2019 کو ایک کوئز مقابلہ "آیئے مسلم حکومتوں کو جانیں" کے عنوان سے ہوا جس میں چار ٹیموں نے حصہ لیا۔ ان میں ٹیم ابن رشد نے پہلی، ابن بطوطہ نے دوسری اور البیرونی نے تیسری پوزیشن حاصل کی۔ ☆ 4/اپریل 2019 کو بیت بازی مقابلہ ہوا، اس میں تین ٹیموں نے داغ دہلوی، شاد عظیم آبادی اور آتش لکھنوی کے ناموں سے حصہ لیا، داغ دہلوی نے پہلا مقام حاصل کیا۔

بزم تحقیق کے تحت ماہانہ علمی مذاکرہ

☆ 14/مارچ 2019 کو شعبہ کے اسکالرس کے زیر اہتمام بزم تحقیق کے تحت ماہانہ علمی مذاکرہ ہوا، جس میں دو اسکالرس محمد عامر نے قرآن اور ماحولیات اور مجتبیٰ فاروق نے علوم اسلامیہ میں خواتین کی خدمات کے عنوان سے مذاکرہ پیش کیا۔ ☆ 29/مارچ 2019 کو صالح امین (اسکالر) نے ہندوستان کی ابتدائی مسلم آبادیاں اور صلاح الدین (اسکالر) نے عہد وسطیٰ میں مسلمانوں کی علمی وسائنسی خدمات کے موضوع پر مذاکرہ پیش کیا۔

تعزیتی نشست

18/جنوری 2019 کو مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی کی وفات پر ایک تعزیتی نشست رکھی گئی، جس میں صدر شعبہ پروفیسر محمد فہیم اختر ندوی اور دیگر اساتذہ وشعبہ کے فضلاء نے بھی اپنے جذبات واحساسات کا اظہار کیا، اور مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کی۔

شعبہ کے اساتذہ کی سرگرمیاں

پروفیسر محمد فہیم اختر (صدر شعبہ)

☆ ندوۃ العلماء لکھنو کے ماہانہ عربی جریدہ البعث الاسلامی کے دسمبر 2018 کے شمارہ میں "وسطیہ الآراء الفقہیہ للامام ولی اللہ الدھلوی" کے عنوان سے ایک عربی مقالہ شائع ہوا۔ ☆ جنوری-مارچ 2019 کو سہ ماہی تحقیقات اسلامی علی گڑھ میں "امام غزالی اور فقہ شافعی میں ان کا مقام" کے عنوان سے مضمون شائع ہوا۔ ☆ 16/مارچ 2019 کو یونائیٹیڈ نیشن کے تعلیم نوبالغان پروگرام کے تحت پورنیہ، بہار میں اسٹیٹ مدرسہ ایجوکیشن بورڈ کے ملحقہ مدارس کے اساتذہ کے سامنے طلبہ مدارس کی اعلیٰ تعلیم پر لکچر دیا۔ ☆ 27-28/مارچ 2019 کو یونائیٹیڈ نیشن کے تعلیم نوبالغان پروگرام کے تحت بہار اسٹیٹ ایجوکیشن بورڈ کے وسطانیہ سطح کے مدارس کے لئے نصاب کی تیاری ورکشاپ میں شرکت کی۔ ☆ 12/جنوری 2019 کو مانو کے CPDUMT کے تحت منعقدہ سات روزہ اورینٹیشن پروگرام برائے اساتذہ دینی مدارس میں "دینی مدارس اور سماجی خدمات" کے موضوع پر خطاب کیا۔ ☆ 24-23/فروری 2019 کو اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا کے اشتراک سے جامعۃ الصالحات کڈپہ، آندھرا پردیش میں منعقدہ سمینار میں "تعلیم وتربیت کے جدید وسائل سے استفادہ" کے موضوع پر مقالہ پیش کیا۔ ☆ 28/مارچ 2019 کو اردو مرکز برائے فروغ علوم کے تحت منعقدہ تیسری قومی اردو سائنس کانگریس میں مشترکہ مقالہ "سائنس، سائنسی مزاج اور قرآن" کے عنوان سے پیش کیا۔

ڈاکٹر محمد عرفان احمد (اسٹنٹ پروفیسر)

☆ سہ ماہی "مطالعات" نئی دہلی کے شمارہ جنوری 2018 میں ایک تحقیقی مقالہ بعنوان "بہار کا مسلم معاشرہ کی پسماندہ آبادیاں سماجی تناظر میں" شائع ہوا۔ ☆ "خانقاہ مخدوم جہاں کی اخلاقی تربیت" کے عنوان سے ایک مضمون ماہ نامہ کنزالایمان دسمبر 2018 کے شمارہ میں شائع ہوا۔ ☆ 7-6/مارچ 2019 کو شعبہ فارسی مانو بہ اشتراک قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے قومی سمینار میں "ہندوستانی علوم وفنون میں مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ کا کردار" کے موضوع پر مقالہ پیش کیا۔ ☆ 29/نومبر تا 19/دسمبر 2018 کو UGC،HRDC کی جانب سے منعقدہ پروگرام ریفریشر کورس ان ویسٹ ایشیاء اسٹڈیز، جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی میں آپ نے شرکت کی اور ٹریننگ کورس کیا۔

ڈاکٹر شکیل احمد (اسٹنٹ پروفیسر)

☆ 29/نومبر تا 19/دسمبر UGC،HRDC2018 جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی کی جانب سے منعقدہ ٹریننگ کورس میں آپ نے شرکت کی اور ٹریننگ کورس کیا۔

محترمہ ذیشان سارہ (استاذ شعبہ)

☆ ماہ نامہ ندائے اعتدال، علی گڑھ میں آپ کا مضمون "اسلامی دنیا پر مغربی استعمار اور اس کے نتائج" کے عنوان سے فروری 2019 کو شائع ہوا۔ ☆ 28/فروری تا 1/مارچ 2019 کو تیسری قومی اردو سائنس کانگریس منعقدہ مانو حیدرآباد میں "سائنس، سائنسی مزاج اور قرآن" کے عنوان سے مقالہ پیش کیا۔ ☆ 7-6/مارچ 2019 کو شعبہ فارسی، مانو کے ذریعہ منعقدہ سمینار میں مقالہ بعنوان "اسلامک اسٹڈیز کی نصابی کتابوں کی تیاری میں مدارس کا حصہ" پیش کیا۔

جناب عاطف عمران (استاذ شعبہ)

☆ 7-6/مارچ 2019 کو شعبہ فارسی مانو کے زیر اہتمام منعقدہ دوروزہ قومی سمینار میں "اردو زبان وادب کے فروغ میں سید سلیمان ندوی کی خدمات" کے عنوان سے مقالہ پیش کیا۔ ☆ 28/فروری تا 1/مارچ 2019 کو تیسری قومی اردو سائنسی کانگریس منعقدہ مانو حیدرآباد میں "قرآن کریم میں سائنسی موضوعات، علم فلکیات کے خصوصی حوالے سے" کے عنوان سے مقالہ پیش کیا۔

طلبہ کی دیگر سرگرمیاں

☆ 7-6/مارچ 2019 کو شعبہ فارسی مانو بہ اشتراک قومی کونسل برائے اردو زبان کے ذریعہ منعقدہ دوروزہ قومی سمینار بعنوان "ہندوستانی تہذیب وثقافت اور علوم وفنون کے فروغ میں مدارس کا حصہ (فارسی، عربی اور اردو ادبیات کے تناظر میں)" میں ریسرچ اسکالرس نے مختلف عنوانات کے تحت مقالات پیش کئے، چنانچہ صالح امین نے "اردو زبان میں علوم فقہ اسلامی کے فروغ میں دار العلوم دیوبند کا حصہ"، عبد الرقیب نے "اردو زبان وادب کے فروغ میں دار العلوم دیوبند کے کردار کا جائزہ" اور محمد عامر نے "اردو زبان میں علوم وفنون اور صحافت کے میدان میں ندوۃ العلماء کی خدمات: رسالہ الندوہ کے خصوصی حوالے سے ایک جائزہ" کے عنوانات کے تحت مقالات پیش کئے۔ ☆ 15/مارچ 2019 کو شعبہ سماجیات کے زیر اہتمام قومی سمینار میں مجتبیٰ فاروق (اسکالر) نے "Ibn Khaldun, his Holistic Approch of Knowledge" پر مقالہ پیش کیا۔ ☆ 27/فروری کو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے قومی سمینار میں مجتبیٰ فاروق (اسکالر) نے ایک مقالہ بعنوان "نظام تعلیم میں شنویت اور دینی مدارس" پیش کیا۔ ☆ 28/فروری تا 1/مارچ 2019 کو مانو میں CUCS کے تحت منعقدہ تیسری سائنسی کانگریس میں "قرآن کا ماحولیاتی تصور: ہدایت اور پیغام" کے عنوان سے مقالہ پیش کیا۔ ☆ مجتبیٰ فاروق (اسکالر) کی دو کتابیں "علوم اسلامی تدوین جدید" اور "احیائے اسلام: رکاوٹیں اور تدارک" کے نام سے شائع ہوئیں۔

مانو اسٹوڈنٹس یونین کی جانب سے منعقدہ جشن بہاراں کے موقع پر شعبہ کے طلباء نے مختلف پروگراموں میں حصہ لیا۔ 5/مارچ کو بیت بازی مقابلہ ہوا جس میں نوید السحر (ایم اے سال دوم) کی ٹیم نے پہلی پوزیشن حاصل کی۔ ☆ 6/مارچ کو تحریری مقابلہ ہوا جس میں نوید السحر (ایم اے سال دوم) نے اول پوزیشن حاصل کی۔ ☆ نوید السحر نے UGC Net منعقدہ دسمبر 2018 کے اہلیتی امتحان میں کامیابی حاصل کی۔

جنوری 2019 کو شعبہ کے اسکالر سید عبد الرشید کا عالیہ یونیورسٹی کلکتہ میں شعبہ اسلامک اسٹڈیز کے لئے اسٹنٹ پروفیسر مقرر کئے گئے۔ ☆ 28-27/مارچ کو یونیورسٹی کے Placement Cell کے تحت Amazon کمپنی کے انٹرویو میں شعبہ کے دو اسکالرس محمد عامر اور محمد صلاح الدین کا انتخاب ہوا۔

☆☆☆

اسلامی سیاست

(رفعنا انجم، ایم اے، سال دوم)

قرآن کریم اور احادیث رسول کی روشنی میں مجتہدین ومفکرین نے جہاں مختلف علوم وفنون میں خدمات انجام دی ہیں، وہیں انہوں نے میدان سیاست میں بھی نمایاں خدمات انجام دیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی جڑیں قرآن وسنت میں موجود ہیں، سیاسات اسلامی پر لکھنے والوں نے ہر دور میں شوریٰ، نظام عدل، حکمراں کے فرائض واختیارات، سیاسی استحکام، مرکزیت، امن و امان کے قیام، دستور وقانون کی بالادستی اور رعایا کی فلاح وبہبود پر سب سے زیادہ زور دیا ہے۔

اسلام کا سیاسی تصور

اسلام جس طرح بندہ اور خدا کے درمیان تعلق سے بحث کرتا ہے، اسی طرح وہ انسانوں کے باہمی ربط وتعلق اور کائنات کے ساتھ اس کے رویہ سے بھی بحث کرتا ہے، چونکہ انسان مدنی الطبع ہے اس لئے سیاست مدنیہ یا انسانوں کے مابین زندگی کے امور کی تنظیم اس کے لئے ضروری ہے۔ اسلام چونکہ ایک جامع دین اور مستقل تہذیب ہے، اس لئے اس نے سیاسی امور کی تنظیم کے لئے بھی رہنمایانہ اصول دیئے ہیں۔ یہی رہنما اصول "اسلام کا سیاسی تصور" کہلاتے ہیں۔ ذیل میں اختصار کے ساتھ ان کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

حاکمیت: ہر سیاسی نظام میں مقتدر اعلیٰ کا تصور بنیادی حیثیت کا حامل ہے، اس اعتبار سے اسلام کا سیاسی نظام دنیا کے دوسرے سیاسی نظاموں سے ممتاز ہے کہ اس میں اقتدار اعلیٰ (Soverigenty) اس اعلیٰ ہستی کے ساتھ مخصوص ہے جو اس پوری کائنات کا خالق ومالک ہے۔ حاکمیت الٰہ اور اللہ کے مقتدر اعلیٰ ہونے کے سلسلہ میں قرآن کریم کی بے شمار آیات ہیں، مثلاً: "اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ"، دوسری آیت ہے: "اَلَا لَہُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ"، ایک اور آیت ہے: "لِلّٰہِ مُلْکُ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ"، وغیرہ۔

اللہ کا مقتدر اعلیٰ ہونا نظام خلافت یا اسلامی سیاست کے اجزائے ترکیبی میں جزو اعظم کی حیثیت رکھتا ہے، خلافت الٰہیہ کا سادہ مفہوم یہ ہے کہ اس نظام میں احکام الٰہیہ نافذ ہوتے ہیں، یہاں بالادستی شریعت کی ہوتی ہے کسی فرد کی نہیں۔

خلافت: خلافت کے معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو زندگی گذارنے اور دیگر امور سے متعلق جو احکام اور اوامر ونواہی دیئے ہیں ان کو اس دنیا میں نافذ کرنے کے لئے انسانوں کا کوئی نمائندہ ہو، جو بندہ اس منصب پر فائز ہو وہ خلافت پر متمکن ہوگا۔ اسلامی حکومت میں جو حاکم ہوتا ہے وہ حاکم بالذات نہیں ہوتا اور نہ وہ ریاست کا مالک ومختار ہوتا ہے، بلکہ اسے کائنات کے مالک نے آزمانے کے لئے محدود اختیارات دیتے ہیں تاکہ وہ ان کا بہتر استعمال کرے، اسی لئے وہ خلیفہ کہلاتا ہے، جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ اپنی حکومت میں احکام الٰہیہ کا تابع ہوگا۔

شوریٰ: اصحاب حل وعقد یا عوام کے نمائندوں کی یہ وہ بنیادی کمیٹی ہے جسے اسلام کے سیاسی فکر میں بڑی اہمیت حاصل ہے، اس شوریٰ کے ذریعہ اسلامی مملکت کے سربراہ (وزیر اعظم ہو یا صدر مملکت) کی تقرری عمل میں آتی ہے۔ اس کے علاوہ جن معاملات میں نص صریح نہ ہو ان میں انہی ارباب حل وعقد کے غور وفکر اور مشورہ سے کوئی حکم نکالا جاتا ہے۔ اسلامی سیاست میں شوریٰ کی اہمیت پر قرآن کریم کی آیت "ان کے معاملات باہمی مشورہ سے طے پاتے ہیں" ہے، جس کی تفسیر میں علامہ ابوبکر جصاص لکھتے ہیں کہ ایمان اور اقامت صلاۃ کے ساتھ شوریٰ کا تذکرہ اس کی جلالت شان پر دلالت کرتا ہے اور ساتھ ہی اس حقیقت کا اعلان کرتا ہے کہ امت مسلمہ مشورہ کرنے پر مامور اور اس کی پابند ہے۔

نظام عدل واحسان: اسلامی حکومت کا ایک اہم عنصر نظام عدل ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "اور کسی قوم کی دشمنی تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو، انصاف کرو، یہ تقویٰ سے زیادہ قریب تر ہے"۔ رعایا کے ساتھ ظلم اور ناانصافی اسلامی اسپرٹ کے بالکل منافی ہے۔ اللہ تعالیٰ کفر والی حکومت کو برداشت کر سکتا ہے لیکن ظلم والی حکومت کو برداشت نہیں کرتا۔

عدل وانصاف کا مفہوم یہ ہے کہ اسلامی ریاست انسانوں کے درمیان حقوق میں توازن، اعتدال اور تناسب قائم کرے اور ہر ایک کو اس کا حق بے لاگ طریقہ سے دے، قرآن میں اس باب میں احسان کا حکم دیا ہے، جس کا مطلب ہے ہمدردانہ رویہ، رواداری، خوش خلقی، درگذر اور مراعات باہمی وغیرہ۔ احسان کے تحت آنے والے احکام کا مخاطب جس طرح ایک عام مسلم معاشرہ ہے، اسی طرح اسلامی حکومت وریاست بھی ان احکام کی مخاطب ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ عدل اگر انسانی معاشرہ میں بقاء کی ضمانت ہے تو احسان اس کا جمال وکمال ہے۔

☆☆☆

اسلام کا معاشی تصور

(عزیر عالم، ایم اے، سال دوم)

روئے زمین پر انسانوں نے گذرتے ہوئے وقت کے ساتھ نہ جانے کتنے معاشی نظاموں کے تجربے کئے، لیکن کوئی بھی نظام معیشت انسانوں کے معاشی مسائل کو حل کرنے میں کامیاب نہیں ہوا۔ ان میں سے اکثر نظامہائے معیشت میں ہر طاقتور نے کمزوروں کا استحصال کیا، سرمایہ داروں نے مزدوروں کا غلط استعمال کیا۔

دنیا کا ہر معاشی نظام چار مراحل سے بحث کرتا ہے: 1- پیدائش دولت، 2- دولت کی تجارت اور تبادلہ، 3- دولت کی تقسیم، 4- دولت کے استعمال کے ضابطے وطریقے۔

اسلامی تعلیمات میں ہمیں ان چاروں امور سے متعلق واضح رہنمائی ملتی ہے بلکہ اس کے حصول کے لئے چار بنیادی اصول بھی بیان کئے گئے ہیں: 1- حق حیثیت میں مساوات، 2- درجات حیثیت میں فطری تفاوت، 3- اموال کی ذخیرہ اندوزی کی ممانعت، 4- سرمایہ ومحنت میں عادلانہ توازن۔

روئے زمین پر بسنے والا ہر انسان حق معیشت میں قانونی طور پر برابری کا حق رکھتا ہے۔ کسی بھی خطہ ارض میں حاصل شدہ وسائل معاش سے استفادہ کرنے کا حق ہر انسان کو ہونا چاہئے، ان کے بارے میں قرآن ہماری رہنمائی کرتا ہے "ہم نے تمہیں زمین میں بسایا اور تمہارے لئے اس میں زندگی کے اسباب فراہم کر دیئے"۔ (اعراف: 10)

درجات معیشت میں تفاوت: اسلام کا اس کے تئیں اصول یہ ہے کہ ہر انسان کو اللہ تعالیٰ نے ذہنی، فکری وعملی صلاحیتیں یکساں نہیں عطا کی ہیں۔ انسانوں کے درمیان محنت ومشقت اور صلاحیت میں تفاوت ہوتا ہے لہٰذا اسی بنیاد پر ان کے درجات معیشت میں بھی اختلاف ہوگا۔

ذخیرہ اندوزی کی ممانعت: قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ عمل ممنوع ہیں۔ اس سلسلہ میں اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ مال ودولت لوگوں میں گردش کرتی رہنی چاہئے نہ کہ چند لوگ اس کو اپنے پاس روک کے رکھیں اور دوسروں کو اس کے استعمال سے روک دیں، چنانچہ زکاۃ کے بنیادی مقصد پر روشنی ڈالتے ہوئے قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے: "تاکہ تم میں سے مال داروں ہی کے درمیان دولت گردش نہ کرتی رہے"۔

سرمایہ ومحنت میں عادلانہ توازن: اسلام نے سرمایہ اور محنت کے درمیان ایک معتدل ومتوازن تعلق قائم کر دیا ہے۔ سرمائے کا کردار استحصال ہونے کے بجائے تعاون باہمی ہو اور محنت کا کردار سماج میں مجموعی ترقی اور اجتماعی تعاون کی شکل میں سامنے آئے۔

اسلامی معاشی نظام کا امتیاز:

1- انسان کے پاس جو مال ہے وہ اس کے پاس اللہ کی امانت ہے، وہ حقیقت میں اللہ کا مال ہے جو بطور امانت اس کے پاس رکھ دیا گیا ہے، اس لئے وہ مال کو دوسرے پر بھی خرچ کرے "اور تم انہیں دو اللہ کے مال میں سے جو اس نے تمہیں دیا ہے" (نور: 33)۔

2- گردش مال: اسلام مال کو کوئی خاص طبقہ گروہ کے ہاتھوں میں سمٹتا ہوا دیکھنا نہیں چاہتا ہے، اس لئے زکاۃ کا نظام جاری کیا، تاکہ مال گردش میں رہے اور غریب ونادار محروم تک مال پہنچے۔ 3- اسلام میں دوسرے کی طرف دست درازی کرنے یا ناجائز طریقہ سے کسی کا مال ہڑپنے کی گنجائش نہیں ہے۔ 4- اسلامی معاشی نظام گندگی وناپاکی کے ہر شائبہ سے یکسر پاک وصاف ہے۔ 5- اسلامی معاشی نظام سرمایہ داری کی بے جا تسلط سے آزاد ہے، اس نظام میں غریب وکمزور کو اونچا اٹھانے کی ہر ممکن کوشش کی گئی ہے۔ 6- وہ معاشی مسائل کے بالکل فطری انداز میں حل کرتا ہے، وہ دولت کے غلط استعمال کے راستے کو بند کرتا ہے، جیسے سود اور فضول خرچی وغیرہ۔

☆☆☆